JIBAS (The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN: APPLIED FOR (P) & (E)
Home Page: http://jibas.org
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

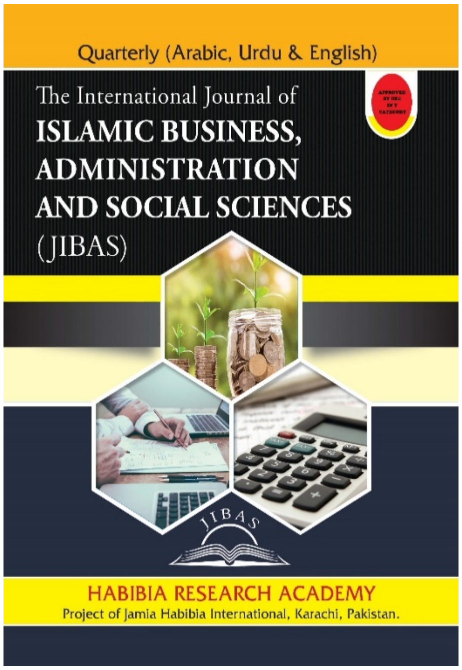

TOPIC:

CHALLENGES TO THE REVIVAL OF KHILAFAH : AN ANALYTICAL STUDY

خلافت کے احیاء کو درپیش چیلنجز: تجزیاتی مطالعہ

AUTHORS:
1- *Muhammad Mujtba, Principal, Punjab College, Kabirwala, Email ID: mmujtaba73@gmail.com Orci ID: https://orcid.org/0000-0002-4961-2361*
2- *Prof, Dr. Abdul Quddus Suhaib,Chairman, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakaria University, Multan, Email ID: aqsuhaib@gmail.com Orcid ID:*

How to Cite: *Mujtba, Muhammad, and Abdul Quddus Suhaib. 2022. "URDU 2 CHALLENGES TO THE REVIVAL OF KHILAFAH : AN ANALYTICAL STUDY: خلافت کے احیاء کو درپیش چیلنجز: تجزیاتی مطالعہ". International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS) 2 (1):15-30. URL: https://jibas.org/index.php/jibas/article/view/59 .*
Vol. 6, No.1 || January –March 2022 || P. 15-30
Published online: 2022-03-30

QR. Code

CHALLENGES TO THE REVIVAL OF KHILAFAH : AN ANALYTICAL STUDY

خلافت کے احیاء کو درپیش چیلنجز: تجزیاتی مطالعہ

Muahmmad Mujtaba　　*Abdul quduus Suhaib*

ABSTRACT:
The motive behind sending the Holy Prophet (P.B.U.H) was to spread the message of Allah and Deen. It became the responsibility of Ummah after the demise of the Holy Prophet (P.B.U.H). He (P.B.U.H) gave the news that his Khulafa (Caliphs) would further this great task after him. That's why the Khilafah (Caliphate) continued in the shape of Khilafat-e-Rashida (Rashidun Caliphate), Banu Ummaya (Umayyads) and Banu Abbas (Abbasids) in coming days. As the time passed, though, the elements of spirituality and divinity declined in the Caliphate but still this system protected the religious and worldly as well as collective interests of the people more than other systems of the world. Generally, a Caliphate or khilāfah is an institution or public office governing a territory under Islamic rule. The person who holds this office carries the title of Caliph and is considered a politico-religious successor to the Holy Prophet (P.B.U.H) and a leader of the Ummah. Historically, the caliphates were polities based on Islam that developed into multi-ethnic trans-national empires. While the importance of the Caliphate as a political power fluctuated throughout the history of Islam, the institution survived for over a thousand years. Often acting as little more than a symbolic figurehead, the formal office of Caliph remained from the death of the Holy Prophet (P.B.U.H.) in 632 until the Ottoman Caliphate was formally dismantled in 1924. During the medieval period, three major caliphates succeeded each other: the Rashidun Caliphate (632–661), the Umayyad Caliphate (661–750), and the Abbasid Caliphate (750–1517). In the fourth major caliphate, the Ottoman Caliphate, the rulers of the Ottoman Empire claimed Caliphat authority from 1517 to 1924. The thesis analyses the hypothesis whether the establishment of a Caliphate is possible in future, what will be the procedure to be adopted to set it up and what will be the difficulties in this process.

KEYWORDS: *khilāfah, Contemporary Challenges, Islamic Thoughts, Renewal.*

ابتدائیہ: انسان کی مدنی زندگی اور اجتماعی زندگی کے لیے، تہذیب ایک فطری اور لابدی چیز ہے، دو آدمیوں کے باہمی ملاپ سے جو بچہ عالمِ وجود میں آتا ہے، اس کے پروان چڑھنے کے لیے ماں کی گود ضروری ہے، نیز اس کی نشو نما کے لیے خاندان، معاشرہ اور تعلیم گاہ بھی ضروری ہے، مدنیت انسان کی فطرت ہے اور تہذیب اس کی اساس ہے، سویلائزیشن (تہذیب) کو آپ خواہ لفظی اعتبار سے دیکھیں یا تاریخی اعتبار سے اس کا مطالعہ کریں، ہر دو اعتبار سے اس کا تعلق سماجی اور اجتماعی زندگی سے جڑا ہوا نظر آئے گا۔ تہذیب ایک ایسا گہوارہ ہے، جس میں انسانیت پروان چڑھتی ہے، انسان کا تشخص قائم ہوتا ہے، اس کے لیے ترقی کی راہیں واہوتی ہیں اور اس کو اپنا کر زندگی کے ہر موڑ پر انسان کامیاب وکامران ہوتا ہے۔ انسانوں کے درمیان خیالات، اقدار، ادارے، تعلقات اور نظام ہائے زندگی یہ سب اس کا نتیجہ ہیں۔

تہذیب باب تفعیل سے مصدر ہے جس کے لغوی معنی چھانٹنے، اصلاح کرنے سنوارنے، درست کرنے، خالص کرنے اور پاکیزہ کرنے کے ہیں۔ اور اس کا مادہ "ھذب" ہے۔

امام جوہریؒ (م-۳۹۳ھ) لکھتے ہیں: (هذب)التهذيب كالتنقية. ورجل مهذَّب، أي مطهَّر الأخلاق[1] "ھذب یھذب سے مصدر تہذیب ہے جس کے معنی ہیں کانٹ چھانٹ کرنا، اور رجل مہذب اس کو کہا جاتا ہے جو صاف ستھرے اخلاق والا ہو۔"

ابن منظور افریقیؒ (م-۷۱۱ھ) لکھتے ہیں : هذب:التهْذيب: كالتنقية- هذب الشيء يهذبه هذبا، وهذبه: نقاه وأخلصه،وقيل: أصلحه---والمهذب من الرجال: المخلص النقي من العيوب؛ ورجل مهذب أي مطهر الأخلاق[2]**"تہذیب کا مطلب کانٹ چھانٹ کرنا ،هذبه کا مفہوم اس کی کانٹ چھانٹ کی اور اس کو خالص کیا،اور یہ بھی کہا اس کی اصلاح کی ،اور مہذب من الرجال اس شخص کو کہا جاتا ہے جو عیوب سے صاف ہو اور رجل مہذب یعنی پاکیزہ اخلاق والا۔"**

اصطلاح میں تہذیب کا لفظ ہر چیز کی درستگی اصلاح پر استعمال کیا جاتا ہے۔یعنی ارادہ اور نیت کی درستگی واصلاح، خیالات وجذبات عادات واطوار، رسم ورواج نظام معاشرت، سیاست مدن، سیاست منزل، علوم فنون، تجارت وزراعت اور فکر وعمل کی درستگی واصلاح۔غرض سب پر تہذیب کا اطلاق ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں امت مسلمہ کے لیے ایک بڑا مسئلہ تہذیب جدید کا ہے۔جو گزشتہ دو سو سال سے معرض وجود میں آئی ہے۔امت مسلمہ کو فکری اساس اور ثقافتی ورثے سے ہٹا کر ایسی کشمکش میں مبتلا کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے نظام افکار کی نتیجہ خیزی سے دستبردار ہو جائے ۔اور ان کی پیروی میں مصروف رہے اور کبھی بھی کسی حیثیت میں بھی اپنا تشخص حاصل نہ کر سکیں۔اس دنیا میں وہی تہذیب دوسرے پر غلبہ پاتی ہے جس کے پیچھے علم کی طاقت موجود ہو۔ایسا بھی ہوا ہے کہ فاتح قوم نے مفتوح قوم کی تہذیب کو قبول کر لیا۔اس کی ایک مثال منگول حکمرانوں کی ہے۔ہلاکو خان کی سرکردگی میں منگولوں نے چین سے نکل کر بہت سے مسلمان علاقوں پر قبضہ کر لیا،لیکن بہت جلد تاریخ نے ہمیں یہ منظر دکھایا کہ فاتحین نے مفتوحوں کا مذہب اور ان کی تہذیب قبول کرلی۔آج گو مغربی تہذیب کو احساس برتری ہے کہ وہ جدید صنعت وٹیکنالوجی سے لیس ہیں اور کوئی تہذیب ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی تہذیب میں چند ایسے عناصر شامل ہیں جو بتدریج ان کی تہذیب کو زوال کی طرف لے کر جارہے ہیں اور یہ بات ان کے لیے باعث تشویش ہے۔

اس دنیا میں ہمیشہ مختلف تہذیبوں کے درمیان مشترک مفادات بھی ہوتے ہیں اور ان کے درمیان اختلاف بھی ہوتا ہے۔کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ دو تہذیبوں کی ساری اقدار ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔کئی انتہائی اہم ایسی اقدار ہیں جو اِس وقت تقریباً سب تہذیبوں کے درمیان، کم از کم نظری(Theoratical)طور پر، یکساں ہیں، مثلاً انصاف، دیانت داری، اور سچائی وغیرہ۔اسی طرح ساری تہذیبیں اس بات پر متفق ہیں کہ قاتل، چور، ڈاکو، مجرمانہ حملہ آور، دھوکہ دہی کا مرتکب، رشوت لینے والا، کرپشن کرنے والا، خیانت کرنے والا اور اسی طرح کے دوسرے جرائم کرنے والا انسان سزا کا مستحق ہے۔تاہم کئی امور ایسے ہیں جن کے متعلق مختلف تہذیبوں کے درمیان آپس میں اختلاف ہے۔ یہی حال اسلامی اور مغربی تہذیب کا ہے۔مگر اسلامی اور مغربی تہذیب کے درمیان بہت سے امور پر اتفاق بھی ہے۔مثلا دونوں تہذیبں انصاف، دیانت داری، امانت ودیانت، میرٹ، محنت، محروم اور کمزور طبقات کی خدمت پر یقین رکھتی ہیں۔دونوں تہذیبیں رشوت وسفارش، جھوٹ، دھوکہ دہی، خیانت، چوری، کسی کا مال ہتھیانے اور کسی پر ظلم کو غلط سمجھتی ہیں۔جن چیزوں کو اسلامی تہذیب جرم سمجھتی ہے، کم وبیش ان تمام چیزوں کو مغربی تہذیب بھی جرم سمجھتی ہے۔اس میں صرف چند جرائم ہی کو استثناء حاصل ہے۔مثلاً مغربی تہذیب کے مطابق زنا بالرضا، شراب نوشی، جوابازی اور سود جرائم کی فہرست میں نہیں آتے، جب کہ اسلامی تہذیب کے مطابق یہ تینوں چیزیں جرم ہیں وغیرہ۔ پہلے اسلامی تہذیب

کی خصوصیات کو مختصراً بیان کیا جائے گا اور اس کے بعد مغرب کی موجودہ تہذیب کی خصوصیات اور اس تہذیب سے جو مسائل پیدا ہو گئے ہیں ان کی نشاندہی کی جائے گی۔

تہذیب اسلامی کی خصوصیات: اسلامی تہذیب جو تیزی سے دنیا میں پھیلی اور اس نے اپنے سے پہلی تہذیبوں کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ اپنے لیے بھی خاص جگہ پیدا کی اس کی وجہ چند ایسی خصوصیات ہیں جو اسے اقوام عالم کی تہذیبوں سے جدا کرتی ہیں:

ایمانیات: اسلامی تہذیب کی بنیاد ایمانیات پر ہے۔ چند باتوں پر ایمان رکھنا جو کہ بنیادی عقائد میں شامل ہے۔[3] ان عقائد پر ایمان کی بدولت انسان غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوا اور اس نے اپنی اصلی حقیقی شناخت کو حاصل کیا کہ اس کا وجود صرف اور صرف ایک ذات کی خوشنودی اور رضا کے لیے بنا ہے اور وہی اس کا اصل معبود ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا مالک ساری دنیا اس کی ملکیت میں ہے اور اس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے نظام کائنات کو ترتیب دیا وہ قادر مطلق ہے۔ اور اس کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق دینی و دنیاوی امور طے کیے جائیں گے اسلام کے جملہ عقائد واضح ہیں ان میں کسی قسم کی پیچیدگی اور اخفاء نہیں ہے۔

عبادات: اسلامی تہذیب کا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ اس میں ہر انسان کی زندگی میں اللہ کی عبادت بالکل نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ بوقت ملاقات ،السلام علیکم، دوران گفتگو ماشاء اللہ اور الحمد للہ، مصیبت اور تکلیف کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کا استعمال وغیرہ واضح ہے۔ اس طرح اشیاء خورد و نوش کے حصول اور استعمال میں بھی شرعی ہدایات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ حلال و حرام کا فرق روا رکھنا اور دوسروں کو بھی اس میں شریک کرنا اس کا طرہ امتیاز ہے۔ بچپن و لڑکپن جوانی کی حدود میں صفائی ستھرائی، باوضو رہنا، نمازیں ادا کرنا و دیگر عبادات کا بجالانا دوسروں کے درمیان واضح فرق کرتا ہے۔

اس طرح عبادات سے روح کو مسرت اور سرشاری ملتی ہے طبیعت ایک خاص نظام اور ربط و ضبط کے ساتھ زندگی گزارنے کی طرف متوجہ رہتی ہے اور لوگوں کی خوشی و غمی میں شرکت پر اجر و ثواب کی نوید یہ وہ احساسات ہیں جس سے ایک کامل تہذیب وجود میں آتی ہے۔ اور قابل غور بات یہ ہے کہ اس تہذیب میں زندگی کے جملہ پہلوؤں کے بارے میں ہدایات ملتی ہیں خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے، معاملات سے ہو یا اخلاقیات سے الغرض تمام انسانی زندگی کے گوشوں کو حاوی ہے اور شرعی طریقوں سے ان کا امتثال باعث عبادت ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال سے بات کو واضح کیا جاتا ہے کہ قضائے حاجت یہ ہر انسان کی ضرورت ہے مگر اس بارے میں شریعت نے مکمل رہنمائی دی ہے کہ استنجاء و طہارت کیسے حاصل کرنی ہے اور بیٹھتے وقت رخ کس طرف ہونا چاہیے اور دیگر متعلقہ آداب کی رعایت وغیرہ انہی چیزوں کو دیکھ کر ایک کافر نے ازراہ تمسخر حضرت **سلمان فارسی** رضی سے کہا: لَقَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ "تمہارے نبی ﷺ نے تم کو ہر چیز سکھا دی ہے یہاں تک کہ پیشاب اور پاخانہ کرنے کا طریقہ بھی۔"

اس پر آپ نے جواب دیا: أَجَلْ لَقَدْ «نَهَانَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَأَنْ لَا نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، وَأَنْ لَا يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ[4] "**ہاں آپ ﷺ نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف**

رخ کرنے سے منع فرمایا ہے داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص تین سے کم پتھروں (ڈھیلوں) سے استنجاء کرے اور اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ گوبر یا ہڈی سے استنجاء کیا جائے۔"

بلکہ اور حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ[5] "میں تمہارے حق میں باپ کی طرح ہوں اسی بناء پر میں تم کو دین وادب کی تعلیم دیتا ہوں۔"

ابو سلیمان علامہ خطابیؒ (م-۳۸۸ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: "آپ ﷺ کے اس فرمان میں مخاطبین کو شرعی احکام کی دریافت میں شرم وحیاء سے روکا جا رہا ہے اور اس جملہ سے مقصود ان کو مانوس کرنا ہے کہ جیسے اولاد اپنے والد سے پوچھنے میں شرم نہیں کرتی اسی طرح تم کو بھی امور دین کے معاملہ میں شرم نہیں آنی چاہیے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کی اطاعت کرنی واجب ہے اور والدین پر بھی لازم ہے کہ وہ اولاد کی دینی تربیت و تادیب جن کی ان کو ضرورت ہے اس کو پورا کریں۔"[6]

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں کس قدر تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ تربیت افراد پر زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسلامی تہذیب میں درست عقائد، صحیح طریقے سے عبادات کی ادائیگی اور حقوق و فرائض کی رعایت انسان کو فکری طور پر بلند اور روشن ضمیر بناتی ہے۔

آفاقیت: اس تہذیب کے جتنے اہداف و مقاصد اور پیغامات ہیں وہ سب آفاقیت کا عنصر لیے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات اس پر دال ہیں کہ آپ ﷺ جمیع انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔[7] اور آپ ﷺ کا درج ذیل فرمان بھی آفاقیت کی طرف رہنمائی کر رہا ہے: فَلْيُبْلِغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ[8] "پس جو شخص حاضر ہے وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔"

اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسان ایک باپ کی اولاد ہیں اور جیسے تمام اولاد کی خیر خواہی ہوتی ہے ویسے تمام انسانوں کی خیر خواہی کے لیے سامان ہدایت بھیجا گیا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ دیگر تہذیبوں میں کسی خاص نسل یا قوم کے کارناموں پر فخر ہوتا ہے جبکہ اسلامی تہذیب میں کسی بھی ذات، قوم، رنگ و نسل و زبان و علاقہ سے تعلق رکھنے والا شخص ہو اگر وہ تہذیب اسلامی کو سربلند کرنے کے لیے کوشش کرے گا تو وہ بھی لائق تعظیم و تکریم ہو گا اس سلسلہ میں حضرت بلال، حضرت صہیب رومی، حضرت سلیمان فارسیؓ کی مثالیں دی جاسکتی ہیں جو غیر عرب سے تھے مگر اسلام کے حلقہ میں آکر بہت ارفع وبلند پر فائز ہوئے اور ان کے بہت سے فضائل و مناقب کتب حدیث میں موجود ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

اعلی اقدار کی اولیت: اسلام نے جتنی بھی عمدہ اور اعلی اخلاقی اقدار ہیں ان کو زندگی کے جملہ پہلوؤں اور سرگرمیوں میں اولیت کا درجہ عطا کیا ہے۔ اور کوئی اسلامی تہذیب یا علاقہ یا زمانہ ان قدروں سے کبھی خالی نہیں رہا، چنانچہ علم وحکمت و معرفت، شعور و آگہی کی منازل، جنگی قوانین، مصالحت و مفاہمت کے مقامات، معیشت و معاشرت، عائلی زندگی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اہم مواقع تمام میں ان اقدار کی پاسداری کی جاتی ہے۔ اکل حلال اور صدق مقال اس کے منشور میں شامل ہے۔ محاسن اخلاق کی پیروی ہوتی ہے اور رذائل اخلاق سے دوری اختیار کی جاتی ہے اور مرد و زن میں شادی و بیاہ اور نکاح کے بغیر جنسی تعلق نہیں ہو گا،[9] یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی تہذیب کی دیگر اقوام عالم کی تہذیبوں سے موازنہ ہو تو اسلامی تہذیب کا پلڑا بھاری نظر آئے گا۔

اصول ومبادی میں خالصیت: اس تہذیب کے جتنے بھی اصول ومبادی ہیں وخالص اور کھرے ہیں جس کے عقل وقلب دونوں مخاطب ہیں۔ انہی پختہ اصولوں کی وجہ سے اسلامی تہذیب پر مبنی نظام حکومت نے وہ مثالیں قائم کیں اس زریں دور کو آج بھی بطور مثال کے ذکر کیا جاتا ہے۔

اعلی ظرفیت ونہایت مساحمت: اس تہذیب میں وہ روشن خیالی، کشادہ ظرفی اور نہایت مساحمت کار فرماہے جو کہ کسی بھی مذہب میں موجود نہیں ہے۔ صحابہ کرام کو فرمایا گیا کہ نرمی کرو سختی سے بچو ایک موقعہ پر جب ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا صحابہ کرام کا اس پر سختی کرنے کا ارادہ ہوا تو انہیں روکا گیا اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے محبت بھرا جملہ ارشاد فرمایا جو مساحمت اور اعلی ظرفیت کی روشن مثال ہے فرمایا: فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ[10] "بے شک تم آسانی کرنے والا بناکر بھیجا گیا اور سختی کرنے والا بناکر نہیں بھیجا گیا۔"

امام بدرالدین عینیؒ (م-۸۵۵ھ) نے اس حدیث سے نرمی کے مبالغہ پر ایک اور لطیف انداز میں استدلال کیا ہے کہ پہلے جملہ میں بات مکمل ہوگئی تھی کہ تم نرمی کرنے والے بناکر بھیجے گئے ہو اس کے بعد پھر یہ فرمانا کہ تم سختی کرنے والے بنا نہیں بھیجے گئے یہ نرمی کے معاملہ میں تاکید در تاکید کی جارہی ہے کہ معاملات میں نرمی سے کام لینا قطعی ہے۔[11]

اسی طرح جب حضرت ابو موسی اشعری اور حضرت معاز رضی اللہ عنھما کو یمن بھیجا تو ان سے آپ ﷺ نے فرمایا: يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا[12]، "فرمایا نرمی کرنا سختی نہ کرنا لوگوں کو خوش رکھنا رنجیدہ نہ کرنا۔"

اس حدیث میں بھی نرمی، شفقت اور خوش رکھنے کی تلقین کی گئی اور سختی و تنفر کرنے والے امور سے منع کیا گیا ہے اگر جملوں کی ترتیب پر غور کیا جائے تو مبالغہ فی المساحمت یہاں بھی نظر آئے گی کہ کہ جب پہلے جملوں سے بات مکمل ہوگئی تو پھر ان کے متضاد الفاظ کیوں ذکر کیے گئے؟ تو اس کا جواب واضح ہے کہ نرمی میں مبالغہ اور تاکید کرنی مقصود ہے اور ساتھ ہی اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ ہر حالت میں یہی اسلوب ہونا چاہیے۔

جو شخص جو لادین ہو اور کسی مذہب سے تعلق نہ رکھتا ہو وہ اگر تمام مذاہب کو نظر واحد سے دیکھے تو یہ حیرت کی بات نہ ہوگی، لیکن اگر کسی شخص کو اپنے دین اور عقیدے کی صحت کا یقین کامل ہو اور ایسے حالات بھی پیدا ہو جائیں کہ وہ فاتح ہو، طاقت و قوت سے مالامال ہو، اور دیگر مذاہب کی اقوام مفتوحین کی قطار میں ہوں اس کے باوجود وہ انتقام نہ لے اور مصالحت پر آمادہ ہو جائے، فتح مکہ کی واضح مثال سیرت رسول ﷺ سے ہے۔[13] تو یہ عجیب اور حیرت ناک موڑ ہوگا جس کی کہیں مثال نہ ملے گی مگر اسلامی تہذیب ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا اسلامی تہذیب کی طرف متوجہ ہوئی۔

اظہار فکر کی آزادی اور حفظ مراتب کی رعایت: اسلام میں اظہار رائے کی آزادی ہر شخص کو حاصل ہے۔ مشاورت سے کام لینے کا اہم مقصد ہی یہی ہے کہ ہر شخص کی فکر اور رائے سامنے آجائے مگر اظہار رائے اور فکر میں ایسا اسلوب اختیار کرنا جو کسی مفسدۃ یا مضرت کا باعث ہو اس سے سے اسلام منع کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر جب جادو کیا گیا آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہوگیا کہ جادو لبید بن اعصم منافق نے کیا ہے جس کا بنی زریق سے تعلق تھا جن چیزوں کو استعمال کر کے یہ جادو کیا گیا تھا آپ ﷺ نے ان کو ذروان کے کنویں سے نکلوالیا، اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ آپ نے اس کا اعلان کیوں نہیں کروایا تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا اللَّهُ فَقَدْ شَفَانِي، وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا[14] "واللہ مجھے شفاء ہوگئی اور مجھے ناپسند ہے کہ میں کسی کی برائی کو مشہور کروں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ(م-۸۵۲ھ) نے آپ ﷺ کے اس جواب کے پس منظر میں لکھا ہے کہ کسی مصلحت یا بات کی وجہ سے فساد کا اندیشہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔[15]

اسی طرح اظہار رائے اس قسم کا ہو جس سے کسی کی دل آزاری ہو یا نفوس قدسیہ کی تنقیص واہانت کا پہلو نکلتا ہو اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے آپ کو حضرت یونس بن متی اور حضرت موسیٰؑ پر فضیلت دینے سے منع کیا[16] اور اسی طرح انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے۔[17] اسلامی تہذیب میں حفظ مراتب کا بھی بھرپور لحاظ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ اپنا خواب بیان کیا "کہ میں مسواک کر رہا ہوں اور میرے پاس دو شخص آئے میں نے ان میں سے چھوٹے کو مسواک دیدی تو مجھے حکم دیا گیا کہ بڑے کو مسواک دوں تو پھر میں نے بڑے کو مسواک دی۔"[18]

امام ابن بطالؒ(م-۴۴۹ھ) نے اس حدیث سے مستنبط کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کھانے، پینے، گفتگو، چلنے غرضیکہ ہر مرتبہ اور درجہ میں بڑی عمر والے کی رعایت رکھتے ہوئے اسے مقدم کیا جائے کیونکہ یہ اسلام کے آداب میں سے ہے اور اگر مجلس میں لوگ ترتیب کے لحاظ سے بیٹھے ہوں تو پھر دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔[19] حفظ مراتب کے حوالہ سے ایک حدیث میں تو صراحت ہے: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا[20] "جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے مرتبہ کو نہ پہنچانے وہ ہم میں سے نہیں۔"

الغرض اسلام میں اظہار رائے کی مخصوص شرائط کے ساتھ ہر شخص کو آزادی ہے اور حفظ مراتب کی رعایت رکھنا بھی ہر فرد کے لیے لازمی ہے۔

جواب دہی کا احساس: قرآن کریم میں بہت سی آیات میں یہ مضمون بیان ہوا کہ مرنے کے بعد انسان اپنے رب کے روبرو پیش ہوگا اور اپنے اعمال کا حساب دے گا یہی سوچ ظلم و معصیت سے باز رکھتی اور تقوی وطہارت کے حصول میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔[21] الغرض اسلامی تہذیب جن خصوصیات سے مزین ہے وہ دین و دنیا کے معاملات کو حاوی ہے۔[22]

مغربی تہذیب کی خصوصیات:

فرد کی آزادی: مغربی تہذیب میں ہر فرد آزاد ہوگا۔ خواہ وہ کسی مذہب پر عمل پیرا ہو یا بالکل کسی بھی مذہب کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے ،عبادات بھی اس کی صواب دید پر ہیں اور وہ اس معاملہ میں آزاد ہے۔ عبادت کرے یا نہ کرے اور جس طریقے سے مرضی عبادت کرے ۔غرضیکہ مغربی اقوام، اپنی مذہب کی تعلیمات اور اقدار سے دور جا چکی ہیں۔ اس وقت مابعد الطبیعات زندگی کے حوالہ سے وہ بالکل غافل ہیں ۔ان کی زندگی کا دارومدار اس وقت مادہ پرستی تک محدود ہے۔ چنانچہ جائز و ناجائز کی حدود کی پرواہ کیے بغیر تعیش، منافع، حصول لذت کے طریقے ،مصنوعی سکون کے لیے ذرائع، حلال و حرام کی تمیز سے دوری وہ خوفناک مسائل ہیں جن پر اس وقت مغرب بظاہر مطمئن نظر آتا ہے۔ مگر اس آزادی نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے۔[23]

جنسی بے راہ روی: مغرب میں جنسی بے راہ روی اس قدر عام ہو چکی ہے کہ شادی و بیاہ کے بغیر جنسی تعلقات معمولی بات ہے اور اس پس منظر میں جو بن بیاہی مائیں اور طلاقوں کی کثرت، خاندانی نظام کی تباہی اور جنسی خطرناک امراض کا سامنا ہے یہ سب تباہی اور بربادی کی طرف لیجانے والے معاملات ہیں۔ اور دوسری طرف مرد کی مرد سے شادی اور عورت کی عورت سے شادی بھی فطرت سے کھلے عام جنگ ہے۔ چونکہ مذہب سے فرار

کے رجحان نے مغربی تہذیب کو غلاظت کے جوہڑ میں ڈبو کر ایک ایسا خون آلود خنجر بنا کر رکھ دیا ہے۔ جو کہ خود اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ جس کی پیشین گوئی علامہ اقبالؒ نے کی تھی:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا[24]

مغرب کے موجودہ حالات ایک دم نہیں ہوئے بلکہ اٹھارویں صدی عیسوی یورپ کی خواتین کے لیے آزمائش وابتلاء کا مظہر بنی، ۱۷۶۰ء کی دہائی سے شروع ہونے والے صنعتی انقلاب کی وجہ سے دیہاتوں سے شہروں کی طرف آبادی کا رخ ہونے سے بڑے بڑے شہر آباد ہوئے اور مرد وزن میں مساوات کا نعرہ عورتوں کو گھریلو زندگی سے بیرونی زندگی میں نکلنے کے لیے خوشنما لگا۔[25]

عورتوں کو اپنے خاندانی کے وجود کو برقرار اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نہایت کم معاوضہ پر طویل دورانیے کے لیے کام کرنا پڑا اور اس دوران اس پر ظلم صرف یہی نہیں ہوا کہ محنت کے مطابق پورا معاوضہ نہیں دیا گیا بلکہ ان کی عزت وآبرو سے بھی کھیلا گیا صنعتی انقلاب بظاہر ایک خوبصورت اور دلفریب موڑ تھا مگر اس میں معاوضہ کی حد سے زیادہ کمی، چادر عصمت وعفت کے تار تار ہو جانے سے مغربی عورت کے پاس یہی ایک صورت تھی کہ وہ شادی کے بندھن سے الگ ہو جائے۔

صنعتی ترقی سے جہاں آرام وسکون کے ذرائع بڑھے وہاں پریشانیوں نے بھی گھیر لیا ان سہولیات کو حاصل کرنے کے لیے عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ نہ صرف نکلنا پڑا بلکہ کام بھی کرنا پڑا جب مرد وعورت دونوں گھر سے غائب ہوئے تو عائلی نظام متاثر ہوا بچوں کی تربیت اور ان کا وقت بھی مال وزر کی نذر ہو گیا۔ آج پھر مغرب آزادی نسواں، آزادی حقوق کا نعرہ لگا رہا ہے۔ جس کی لپیٹ میں امت مسلمہ بھی آرہی ہے۔

مغرب کا نعرہ آزادی وہ آزادی ہے جس کو ساری مہذب دنیا مادر پدر آزادی کہتی ہے۔ اس آزادی کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کی جوان سال بیٹیاں یا بیٹے بے شک بغیر شادی کے اپنے جوڑے چن لیں، حتیٰ کہ ناجائز بچے بھی پیدا کرلیں تو ماں باپ کو یہ حق نہیں کہ وہ ان سے کوئی سوال بھی کر سکیں۔ بدقسمتی سے اب پاکستانی معاشرے میں بھی بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے۔ کیبل پر انتہائی واہیات پروگرام دیکھ کر اب ٹیلی ویژن پر شرم وحیا سے عاری اشتہار بھی مہذب لگنے لگے ہیں۔ موبائل ٹیلی فون، انٹرنیٹ اور کیبل نیٹ ورک کے غلط استعمال سے ہماری نوجوان نسل تباہ ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی مرحوم مغربی تہذیب کے بارے میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے: ''مغربی تہذیب میں اسقاط حمل، ہم جنس پرستی، جسم فروشی کو قانونی تحفظ دینے کی تحریکیں کام کر رہی ہیں جو کہ نقصان کا باعث ہے۔ عورت کی حد سے زیادہ آزادی نے خاندانی نظام کو برباد کر دیا ہے ۔ جنسی آوارگی کو مغربی تہذیب نے اپنی ثقافتی پہچان بنالیا ہے۔''[26]

کیا آزادی نسواں اور بازیابی حقوق خواتین کے نام پر ایسے مظاہروں کی اجازت دی جاسکتی ہے جن سے سماج میں جنسی انارکی پیدا ہو اور لوگوں کے کردار اور چال چلن پر برا اثر پڑے؟ یہ سوال اگر کسی بھی مہذب شخص سے پوچھا جائے تو وہ یہی جواب دے گا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن آجکل

تہذیب کے نام پر تہذیب کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں اور حقوق نسواں کی آڑ میں نسوانیت کو ذلیل ورسوا کیا جارہا ہے۔ جنسی جرائم کی روک تھام کے نام پر عریانیت کا مظاہرہ ہورہا ہے اور بے حیائی وفحاشی کو عورتوں کے حقوق سے تعبیر کیا جارہا ہے۔

یہ سب اقوام مغرب کے جذبات ہیں اس قسم کی وبائیں عام طور پر مغرب سے اٹھتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا پر چھا جاتی ہیں۔ خواہ وہ ہم جنس پرستی کی وبا ہو یا نسوانی آزادی کے نام پر جنسی بے راہ روی ہو، اس قسم کی تمام برائیاں مغرب کے بطن میں پلتی ہیں اور پھر وہیں ان کی ولادت ہوتی ہے۔ لیکن ولادت کے بعد یہ برائیاں پر لگا کر اڑتی ہیں اور دیار مشرق میں اس طرح وارد ہو جاتی ہیں کہ پھر نکلنے کا نام نہیں لیتیں۔ حقوق نسواں کے نام پر جو مختلف قسم کی تحریکیں اٹھی ہیں ان میں سے بیشتر مغرب کی پروردہ ہیں۔ یہ برائیاں سماج میں متعدد قسم کی خرافات کو ہوا دیتی ہیں اور پھر سماجی تانا بانا بری طرح بکھر جاتا ہے۔

یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مسلم معاشرے میں آئے دن ایسی چیزیں داخل ہو رہی ہیں، جو اسلامی معاشرت کے خلاف ہیں اور مسلمانوں کے تشخص پر کاری ضرب لگا رہی ہیں۔ غیر مہذب تہذیت، عریانی، فحاشی، بے راہ روی اور اسلام سے دوری ہماری تباہی کا سبب ہے خاص طور سے مغربی تہذیب کی چکاچوند اب مسلم نوجوانوں اور مسلم لڑکیوں کو بھی متاثر کرنے لگی ہے، اسی لئے مسلمانوں کی نئی نسل اپنے انداز ولباس سے جدید تہذیب سے مرعوب ہوتی نظر آرہی ہے، نئی نسل کا مغربی تہذیب سے اس قدر متاثر ہونا اور اپنی وضع قطع کو بالائے طاق رکھ کر غیروں کا لباس اوران کے طور طریقوں کو اختیار کرنا مسلم معاشرہ کے مستقبل کے لیے انتہائی خطرناک بات ہے، دوسری طرف مسلمانوں کی نئی نسل دینی و اخلاقی تربیت سے محروم ہونے اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان خیالات اور افکار سے متاثر ہوتی جارہی ہے۔ جو اسلام سے متصادم ہیں، اور اسلام میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ بہر کیف یہ ایک اہم مسئلہ جس پر نہایت سنجیدگی سے غوروفکر کی ضرورت ہے۔

حرام وحلال میں عدم امتیاز: اس وقت مال دولت کا ہونا باعث شرف وتکریم سمجھا جارہا ہے۔ خواہ وہ شخص کتنا ہی حقوق وفرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والا ہو، اور حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر حصول دولت میں مصروف ہو، مگر دولت مند ہونے کا ٹیگ اس کے معزز شہری ہونے کے لیے کافی ہے۔ مغربی اقوام میں مال ودولت کو اکھٹا کرنا ایک اہم مقصد حیات سمجھا جارہا ہے، بے شک اس کے لیے اخلاقی حدود وقیود کو پھلانگنا پڑے یا منشیات اور مضر صحت وجان ڈرگز کی فروخت کرنی پڑے، اس روش نے ان کے اندر سے حلال وحرام کے جذبات کو مٹادیا ہے۔ مال ودولت کی ہوس نے انسانیت کو ختم کر دیا ہے اس کی جگہ مادیت نے لے لی ہے۔[27] جس کی وجہ سے عزت وعصمت کے سودے سمیت، منشیات فروشی، جوا، سودی معاملات، دھوکہ فراڈ، قتل وغواء جیسے واقعات معمول کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔

اظہار رائے میں آزادی/حفظ مراتب کی عدم رعایت: مغرب اور ہمارے تہذیبی اقدار میں ایک اور بنیادی فرق ہے۔ انہوں نے پوپ سے آزادی حاصل کرنے کی جب تحریک چلائی تو بدقسمتی سے وہ تحریک حدود میں نہیں رہ سکی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ اعلیٰ اقدار جن پر انسانیت فخر کرتی ہے اور جو انسانیت کا اثاثہ اور سرمایہ ہے ان سے بھی بعض لوگ بیگانہ ہوگئے۔ وہ شاید اس فرق کو بھول گئے ہیں کہ اظہار رائے کے کیا اصول ہوتے ہیں؟ حفظ مراتب کیا چیز ہوتی ہے۔؟ ہمارے ہاں رشتوں کی پہچان اور شناخت ہے اور ہر رشتہ اپنے اصل حوالہ سے ہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اہل مغرب جب آزادی کی رٹ لگاتے آگے بڑھے تو وہ اس کی حدود کی پرواہ نہ کرسکے اور اس بات سے بھی صرف نظر کر لیا کہ ایک

پیغمبر اور رسول کی ذات کونسی صفات کی حامل ہوتی ہے اور ان نفوس قدسیہ کے بارے میں آداب گفتگو کیا ہونے چاہیں۔؟ حالانکہ انہوں نے بائبل کا بھی مطالعہ کیا ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ کو تسلیم کرتے ہیں مگر ان کی حیات و خدمات اور سیرت پر فلمیں بنائی ہوئی ہیں۔ العیاذ باللہ حفظ مراتب کو نظر انداز کرنے کے باعث اہل مغرب کی سوچ ہے کہ اظہار رائے و فکر کا مقتضی یہ ہے کہ کسی بھی مقدس ہستی کی شخصیت کو ہنسی مذاق کی نذر کر دیں۔ کسی سے اختلاف رائے کرنا یا تنقید کرنا اہل علم کے ہاں ناپسندیدہ نہیں ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ جن پر تنقید ہو رہی ہے وہ مقدس ہستیاں پیغمبروں و رسل کی ذات سے متعلق نہ، مقدس کتاب نہ ہو جس کی صداقت داخلی و خارجی قرائن سے ہو چکی ہو۔ مگر مغرب ان چیزوں سے بے پروہ ہو کر ہر حد سے گزر گیا ہے۔ اور یہ معاملہ صرف اخبارات تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس طرح کی بے شمار چیزیں ہم کو انٹرنیٹ پر جا بہ جا نظر آ جائیں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہذیب کی، اقدار سے ایک فرد کی جو وابستگی ہوتی ہے وہ کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ اسلام کی شخصیات اور تعلیمات تو ایک طرف، خود ان کا اپنا مذہب اور دین بھی اس عزت اور احترام کے مقام پر نہیں رہا جس جگہ اس کو رہنا چاہیئے۔ ہم جب باپ سے بھی کسی قسم کی بحث کرنے جاتے ہیں تو اس میں بھی کچھ اقدار کا، کچھ تہذیبی روایات کا خیال رکھ کر بحث کرتے ہیں۔ اس چیز سے وہ اپنے بچوں کو تربیت ہی نہیں کرتے۔ برسوں ان کو بتاتے ہی نہیں ہیں کہ ان اقدار کا خیال بھی رکھنا ہے۔ سو آہستہ آہستہ ان میں انسانی خوبیاں کم ہوتیں چلیں جاتیں ہیں۔ مغرب اپنی بہت سی انسانی اقدار پر بہت فخر کرتا ہے۔ انسانی حقوق کے بارے میں وہ خیال کرتا ہے کہ وہ دنیا میں اس کا علمبر دار ہے لیکن حفظ مراتب کے معاملے میں ان کے ہاں تہذیبی کمزوری واقع ہوئی ہے۔ یہ احساس ہی ناپید ہو گیا ہے کہ آپ کس سے اور کیا بات کر رہے ہیں۔ پیغمبر کے بارے میں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کسی سیاسی لیڈر کا کارٹون بنایا جا سکتا ہے تو کسی پیغمبر کا بھی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ سو فیصد انسانیت کا زوال ہے اور ہمیں ان کے ساتھ یہیں سے بات کرنا چاہیئے کہ بتایئے؟ انسانیت کس چیز کا نام ہے۔؟ دراصل انسانیت حفظِ مراتب کا ہی نام ہے۔ ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنے کا نام ہے۔

توہینِ رسالت اور پیغمبروں کی تضحیک کر کے اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں امت مسلمہ سے کوئی جنگ کرنی ہے تو انہوں نے بہت غلط میدان کا انتخاب کیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ کسی اور میدان میں آتے تو وہ ہم کو تقسیم کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن وہ اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ یہ ایک ایسا میدان ہے جہاں ہمارے درمیان شاید ہی کوئی اختلاف پیدا کیا جا سکے۔ ایک ارب مسلمانوں کے درمیان رسالت مآب ﷺ کیساتھ تعلق، محبت، آپ کی حرمت کے احساس میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ واحد جگہ ہے جہاں ایک مراکش کے مسلمان اور انڈونیشیا کے مسلمان کے درمیان کوئی اختلاف ہو نہیں سکتا۔ ایک عقلی اور جذباتی آدمی کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ سکتا۔ یعنی کوئی عقلی آدمی ہو اور وہ شخص (جس نے یہ خاکے بنائے ہیں) اس کے سامنے آ جائے تو بہت کم امکان ہے کہ وہ عقلی آدمی اپنے آپ پر قابو رکھ سکے۔ چنانچہ ہمارا رسالت مآب ﷺ کیساتھ جو تعلق ہے۔ مغرب کو اس کو سمجھنا چاہیئے۔ مغرب کی اس طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ اور مغرب میں کشمکش کی فضا بڑھتی جا رہی ہے۔

رواداری کے کھوکھلے نعرے: یورپ رواداری اور برداشت کا دعوے دار ہے۔ مگر جب حجاب و نقاب اور مسجد کے میناروں کی بات ہے آتی ہے تو اس کی رواداری نظر نہیں آتی۔ حجاب و نقاب اسلامی تہذیب و روایات میں شامل ہیں۔ مسلم خواتین کے لئے حجاب و نقاب اسلامی شعائر سمجھے

جاتے ہیں۔ مغربی ممالک میں ان شعائر کو قدامت پسندی کی علامت سمجھتے ہوئے ان کے خاتمے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور فرانس میں اس پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، جبکہ باقی یورپی ممالک بھی اس کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔ کبھی مسجد کے میناروں پر پابندی کی بحث شروع ہو جاتی ہے۔[28]

پارلیمنٹ کو کلی اختیار: مغربی تہذیب کی ایک اہم خصوصیت پارلیمنٹ کا بااختیار ہونا ہے ان کے ہاں قانون سازی میں مذہب کا کوئی عمل و دخل نہیں ہے پارلیمنٹ جس چیز کو حلال قرار دے وہ حلال ہو گی مثلاً شراب، جوا، بدکاری اور سود وغیرہ اور جس چیز کو حرام قرار دے وہ حرام ہو گی۔

مغرب اور اسلام کی باہمی کشمکش کے اسباب: مغرب اگرچہ صنعت و حرفت اور ٹیکنالوجی میں بہت آگے نکل چکا ہے مگر اس کا اخلاقی، معاشرتی اور عائلی نظام بری طرح متاثر ہو چکا ہے۔ مغرب اور اسلام کے درمیان کشمکش کی دو بنیادی اسباب ہیں جن پر آگے تفصیل آرہی ہے۔

۱۔ مغرب کا اخلاقی، معاشرتی اور عائلی نظام کا کھوکھلا ہو جانا۔

۲۔ وہاں کے رہنے والے مسلمانوں سمیت دیگر تہذیب کے لوگوں کا مغربی تہذہب کو قبول کر کے اس میں اپنے آپ کو ضم کرنے کی بجائے اپنی اقدار اور تہذیب پر نہ صرف برقرار رہنا بلکہ اس کو ترویج بھی دینا۔

مشہور مصنف اور ہاورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر سیموئیل پی ہنٹنگٹن نے مغربی کے اخلاقی زوال کی درج ذیل وجوہات اور اسباب بیان کیے ہیں:

۱۔ غیر معاشرتی رویے میں اضافہ مثلاً جرائم، منشیات کا استعمال اور تشدد۔

۲۔ خاندان کا زوال، بشمول طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح، ناجائز تعلقات، ٹین ایج حمل اور واحد والدہ، والد پر مشتمل گھرانے۔

۳۔ کم از کم امریکہ میں معاشرتی سرمائے میں کمی جو کہ رضاکار تنظیموں کی رکنیت اور ایسی رکنیت سے منسلک بین الشخصی ٹرسٹ میں کمی۔

۴۔ کام کی اخلاقیات کی عمومی کمزوری اور ذاتیات کے ملوث ہونے کے کلچر کا فروغ۔

۵۔ تعلیم اور دانشورانہ سرگرمیوں سے کم ہوتی ہوئی وابستگی جو امریکہ میں سکول سطح کی کامیابیوں کی کم شرح سے ظاہر ہے۔[29]

اور اس کے بعد یہی مصنف مزید لکھتا ہے: "کہ مسلم اور ایشیائی معاشرے اس حوالے سے آگے اور بلند ہیں مغربی ثقافت کو مغربی معاشروں کے داخلی گروپوں نے چیلنج کیا ہے ایسا ایک چیلنج دوسری تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن (امیگرنٹس) نے پیدا کیا ہے جو ان کے معاشروں میں گھلنے ملنے کو مسترد کر چکے ہیں اور اپنے معاشروں کی اقدار، رسوم، روایات اور ثقافت سے نہ صرف جڑے ہوئے ہیں بلکہ اس کو ترویج بھی دے رہے ہیں یہ مظہر یورپ میں رہنے والے مسلموں کے حوالے سے زیادہ اہم ہے تاہم وہ اقلیت میں ہیں یہ امریکہ میں ہسپانیوں میں قدرے کم درجے میں ظاہر ہوا ہے جو کہ ایک بڑی اقلیت ہیں اگر اس صورت حال میں گھلنے ملنے کا عمل ناکام رہا تو امریکہ بحران اور انتشار کے امکانات کے ساتھ ایک منقسم ملک بن جائے گا۔ یورپ میں مغربی تہذیب اپنے جزو اعظم عیسائیت کی کمزوری کی وجہ سے کھوکھلی ہو رہی ہے عیسائی تصورات، اقدار اور اعمال یورپی تہذیب پر چھائے ہوئے ہیں۔"[30]

مذکورہ بالا گفتگو کے بعد جو مغرب کی اسلام سے کشمکش کے اسباب کا تعین آسان ہو جاتا ہے۔ کہ ان کے ہاں خاندانی نظام نہایت کمزور ہو چکا ہے اور رہی سہی کسر طلاقوں کی بڑھتی ہوئی شرح نے پوری کر دی اور معاشرہ میں بے حیائی کا یہ عالم ہے کہ ناجائز تعلقات میں فروغ ہو رہا ہے اور کم عمر

کنواری لڑکیوں کا حمل واسقاط نہایت خوفناک مسائل ہیں۔مانع حمل ادویات اور طرق کے دریافت ہونے کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں اسقاد اور بن باپ کے بچوں کی کثرت ان کے لیے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

اس جنسی سیلاب کو روکنے کے لیے پاپائے روم نے ایک کانفرنس میں خطاب کے دوران عصمت فروشی کی روک تھام پر زور دیا لیکن جب ان سے سوال ہوا کہ اگر کسی ملک (جرمنی وغیرہ) میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہو اور مردوں کی تعداد کم ہو تو وہاں عصمت فروشی کا انسداد کس طرح کیا جائے اس پر وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دے سکے کیونکہ پاپائے روم جس مذہب کے نمائندے ہیں اس کے پاس اس کا کوئی حل نہیں اور جو حل اسلام نے پیش کیا ہے اس کو قبول کرنے سے ان کی صدیوں کی بنائی ہوئی عمارات مسمار ہوتی ہیں۔[31]

اور مسلمانوں سمیت جو دوسری تہذیبوں کے مغرب میں رہنے والے ہیں وہ ان کی اقدار کو قبول کرنے کی بجائے مضبوطی سے اپنی نہ صرف اپنی اقدار اور تہذیب پر جمے ہوئے ہیں بلکہ اس کو ترویج بھی دے رہے ہیں۔ مغربی عورتیں جب مسلمانوں کے معاملات اور ان کی عورتوں کے حقوق جو اسلام نے متعین کیے ہیں دیکھتی ہیں تو وہ اسلام کی طرف راغب ہو رہی ہیں یہی چیز ان کی کھٹک رہی ہے جس کی وجہ سے ان کی اسلام کے ساتھ تہذیبی کشمکش بڑھ گئی ہے وہ ہر صورت میں یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کسی نہ کسی طرح ان کی تہذیب وتمدن کو اختیار کرلیں اگرچہ کچھ لوگ ،خاندان اس رو میں بہہ بھی گئے ہیں مگر من حیث المجموع امت مسلمہ اس تہذیب کو قبول کرنے کے لے بالکل تیار نہیں ہے۔اب یورپ اور مغرب صرف صنعت وحرفت اور جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے اپنی تہذیب کی بقا کی جنگ نہیں لڑ سکتا اس کے لیے اس کو فطرت کے بنائے ہوئے اصولوں کی طرف آنا ہو گا اور انہی اقدار کو اپنانا ہو گا جو اسلام نے صدیوں پہلے متعارف کرادی تھیں اور ان پر عمل کی صورت میں مسلمان ہر طرف اپنے علم وہنر اور اخلاق وکردار کی وجہ سے چھائے ہوئے تھے جب کہ یورپ اس وقت دور تاریک سے گزر رہا تھا۔ انقلاب فرانس کے بعد جب صنعتی دور آیا تو اگرچہ یورپ نے مادی ترقی بہت کی مگر اخلاقی اور روحانی ترقی کے لحاظ سے وہ بہت نیچے چلا گیا دراصل اس کا بھی ایک تاریخی پس منظر ہے۔

دراصل عیسائیت یا مسیحیت جو صدیوں سے رائج چلی آرہی ہے اس نے نہ ان کے مذہبی معاملات کی طرف خاص کوئی توجہ دی اور نہ ہی ان کے دنیاوی مفادات اور حالات کو بہتر بنانے کے لیے کوئی لائحہ عمل دیا الٹا اس قدر سختی وشدت اختیار کی کہ اس کی مزاحمت میں اٹھنے والی تبدیلی اور تحریک کی لہرنے آزادی اور بے باکی کی ہر حد پار کرلی شروع شروع میں یہ تبدیلی خوشنما لگی مگر آہستہ آہستہ جب اس تبدیلی کا خمار اترنے لگا تو پتہ چلا کہ زندگی کا کوئی گوشہ اور شعبہ ایسا نہیں جو اس بے لگام آزادی کی لپیٹ میں آکر جھلس نہ گیا ہو مادی ترقی اپنے عروج کو پہنچی مگر روحانی واخلاقی تنزلی بھی اسی رفتار میں غائب ہونی شروع ہوئی۔

مغربی تہذیب کو درپیش مسائل:

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں مغربی تہذیب جو مسائل درپیش ہیں ان کو چار نکات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔

خاندانی نظام کا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونا: جس کی بڑی وجہ عورت کی حد سے آزادی ان کے لیے خاندانی نظام کی تباہی کا باعث بنی۔

سکون اور اطمینان کا نہ ہونا: مغرب میں مادی اعتبار اور لحاظ سے سب کچھ ہے مگر سکون نہیں ہے اطمینان قلب مفقود ہے نشہ آور ادویات کا سہارا لے کر بھی پر سکون اور فرحت بخش نیند نہیں آتی شراب اور منشیات عام ہیں مگر ان کے استعمال سے اضطراب اور مدفون خواہشیں اور انگڑائیاں لیتی ہیں اور ایسے اقدامات بھی ہو جاتے ہیں جو مزید مسائل کا باعث بنتے ہیں۔

مال و دولت کی دوڑ میں اخلاقی اقدار کی پامالی: مال و دولت کے حصول کے حدود قیود سے ماوراء ہو کر کمانے کی اجازت نے بھی دن رات مشین کی طرح کام کرنے پر مجبور کر دیا۔اخلاقی اقدار داؤ پر لگادی گئیں جس کی وجہ سے ان کے مذہب کا نام باقی ہے مگر مذہب ان کی زندگیوں سے نکل چکا ہے۔ آخرت اور روحانی ترقی کے لیے ان کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے۔

شرم و حیاء کا خاتمہ: مغربی تہذیب میں اس وقت شرم و حیاء نام کی کوئی بات نہیں ہے سر عام بدکاری اور بے حیائی اور اس کے مقدمات کو اختیار کیا جارہا ہے جو نہ صرف نت نئی بیماریوں کا باعث ہے بلکہ تہذیبی زوال کی بھی وجہ ہے۔

موجودہ حالات میں امت مسلمہ کے لیے لائحہ عمل و سفارشات:

عصر حاضر میں امت مسلمہ کو یورپ اور مغرب کے حوالہ سے چند باتیں ذہن میں رکھنی چاہیے:

۱۔ جہاں تک بات ہے ان کی صنعت و حرفت اور جدید ٹیکنالوجی کی ترقی و صلاحیت اس اعتبار سے امت مسلمہ کو اگر ان سے کچھ سیکھنا پڑتا ہے تو بالکل سیکھنا چاہیے کیونکہ یورپ نے اپنے دور تاریک کے بعد جتنی بھی ترقی کی مسلمانوں کے علوم و فیوض سے کی یہ الگ بات ہے کہ آج وہ اس میدان میں آگے نکل گئے اور ہم لوگ فرقہ واریت اور آپس کے نزاعات کا شکار ہو گئے۔ مشہور سیرت نگار امام ابن ھشامؒ (م-۲۱۳ھ) نے لکھا ہے "کہ غزوہ حنین اور طائف کے محاصرہ میں حضرت عروہ بن مسعود اور حضرت غیلان بن سلمہ حاضر نہیں تھے۔ وہ مقام جرش میں دبابات اور مجانیق اور ضبور کا علم حاصل کر رہے تھے۔"[32] اس لیے جدید ایجادات و ٹیکنالوجی کا استعمال وغیرہ کا علم اگر مغرب سے حاصل کیا جائے تو اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

۲۔ مغرب سے مرعوبیت ان کی اندھی تقلید سے خود کو آزاد رکھنا چاہیے یہ سوچ کر کہ آج یورپ اور مغرب کی امامت کا طلسم قائم ہے ہم پیچھے رہ گئے ہیں تو ان سے مرعوب ہو کر رہ جائیں اور ہر صحیح و غلط کو من و عن قبول کر لیں یہ خطرناک روش اور طریقہ ہو گا اس لیے جو بات اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہو اور مفید ہو اسے لینے میں کوئی قباحت اور ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔خذما صفا ودع ماکدر پر عمل کرنا چاہیے اور جو چیزیں اخلاقی، روحانی اور مذہبی اعتبار سے غلط ہیں ان سے ایسے دوری اختیار کریں جیسا کہ کوڑھ زدہ انسان اور شیر سے دور بھاگا جاتا ہے۔

۳۔ مغربی تہذیب خود ان کے مستقبل کے لیے سوالیہ نشان ہے اس لیے مغرب اور مغربیت کے فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ۔ہماری تہذیب ان کی تہذیب سے اس قدر ارفع و بلند ہے کہ موازنہ اور تقابل ہی نہیں کیا جاسکتا مگر یہ اس وقت ہے جب ہم اپنی اسلامی تہذیب کو صرف زبانی وکلامی گفتگو تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس پر عمل پیرا ہوں اور جو ہم میں کمزوریاں پیدا ہوگئیں ان کو دور کریں اور اس طرح اسلامی تہذیب کو مغرب کے سامنے پیش کریں کہ اس کے پاس اس کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو یہی وقت ہے کہ مغرب اسلام کی طرف لوٹ آئے۔

۴۔ جب مغرب اوریورپ کی اپنی تہذیب کے ہاتھوں تباہی ہورہی ہے تو اپنی بقااور تسلط قائم کرنے کے لیے وہ جدید جنگی ہتھیاروں اور ساز وسامان کا سہارا لینے سے باز نہیں آئے گا بلکہ اب بھی دنیا کے نقشہ پر اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس لیے امت مسلمہ کو اپنی دفاعی قوت اور خارجی پالیسی پر خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ خدانخواستہ ایسی صورت حال ہو تو وہ اس سے نمٹ سکے۔

خلاصہ بحث:

اسلامی تہذیب زندگی کے تمام گوشوں اور شعبوں کو حاوی ہے اور اس میں اعتدال کے ساتھ جملہ معاملات کو حل کرنے کی طرف رہنمائی ہے اس تہذیب کے جتنے بھی ارکان ہیں وہ سب کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں جس میں انفرادی واجتماعی معاملات کی عمدہ انداز میں رعایت رکھی گئی ہے اس میں آفاقیت اور عالمگیریت کا پہلو نمایاں ہے اور مزید یہ کہ اس میں اعلی اخلاقی اقدار کی بھی پاسداری کی گئی ہے جب کہ مغربی تہذیب روشن خیالی اور بلالگام آزادی کے نام پر ان خطرناک مسائل کا شکار ہوگئی ہے جس سے اس کی اپنی بقاء اور سالمیت کا مسئلہ سر اٹھارہا ہے مغربی تہذیب اس وقت جن اصول پر استوار ہے وہ سوائے نقصان اور تباہی کے اس معاشرے کو کچھ نہیں دے سکے یہی وجہ ہے کہ وہاں کا اخلاقی ،عائلی اور معاشرتی نظام شدید متاثر ہوا ہے۔امت مسلمہ کو مغربی علوم وفنون کو نہ بالکل ناکارہ قرار دے کر کالعدم سمجھنا چاہیے اور نہ ہی ہر بات کو مستند سمجھ کر قابل عمل بنالینا چاہیے جو چیزیں ہماری تہذیب کے مطابق ہوں یا قریب ہوں ان کے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور جو ہماری تہذیب کے سراسر برعکس ہیں ان سے بالکلیہ اجتناب ضروری ہے۔ تاکہ نسل نو کو اس تہذیب کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔

[1] الجوہری، ابو نصر، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، (بیروت: دار العلم للملایین، ۱۴۰۷ھ)، ۱:۲۳۷

[2] ابن منظور افریقی، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، ۱۴۱۴ھ)، ۱:۷۸۲

[3] البقرہ: ۱۷۷

[4] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، (بیروت: المکتبۃ العصریہ صیدا)، ۱:۳، حدیث:۷

[5] ابو داؤد، السنن، ۱:۳، حدیث:۸

[6] الخطابی، حمد بن محمد، ابو سلیمان، معالم السنن، (حلب: المطبعۃ العلمیہ، ۱۳۵۱ھ)، ۱:۱۴

[7] الاعراف: ۱۵۸

[8] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ۹:۵۰، حدیث:۷۰۷۸

[9] کتب حدیث میں ان تمام پہلوؤں کے بارے میں روایات موجود ہیں جن کا ذکر طوالت کے خوف سے نہیں کیا جارہا کیونکہ یہ باتیں درجہ شہرت میں ہیں۔

[10] البخاری، الجامع الصحیح، ۱:۵۴، حدیث:۲۲۰

[11] العینی، بدر الدین، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن)، ۳:۱۲۸

[12] البخاری، الجامع الصحیح، ۱:۵۴، حدیث:۲۲۰

[13] احمد بن حنبل، الامام، المسند، موسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۱ھ، ۴:۱۷۰

[14] البخاری، الجامع الصحیح، ۴:۱۵۳، حدیث:۳۳۹۶، ۳:۱۲۰، حدیث:۲۴۱۱

[15] العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ)، ۱۰:۲۳۱

[16] البخاری، الجامع الصحیح، ۷:۳۷، حدیث:۵۷۶۵

[17] البخاری، الجامع الصحیح، ۳:۱۲۱، حدیث:۲۴۱۲

[18] البخاری، الجامع الصحیح، جلد1، صفحہ 58، رقم الحدیث:246

[19] ابن بطال، علی بن خلف، ابو الحسن، شرح صحیح البخاری، (الریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ)، ۱:۳۶۴

[20] الترمذی، محمد بن عیسی، ابو عیسی، السنن، (مصر: مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ)، ۴:۳۲، حدیث:۱۹۲۰

[21] الفرقان: ۴۰، ۱۱

[22] تفصیلات کے لیے، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، سید ابو الاعلی مودودی، (لاہور: اسلامی پبلی کیشنز، ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

[23] تفصیلات کے لیے دیکھیے، یہ ہے مغربی تہذیب، مصنف ڈاکٹر عبد الغنی، کتاب سرائے لاہور

[24] علامہ اقبال، بانگ درا، آسان کلیات اقبال، ۱۸۰

[25] تفصیلات کے لیے دیکھیے، یہ ہے مغربی تہذیب، مصنف ڈاکٹر عبد الغنی، کتاب سرائے لاہور

اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش، علی عزت بیگووچ صدر جمہور بوسنیا، مترجم محمد ایوب منیر،(لاہور: ادارہ معارف اسلامی منصورہ)۔

[26] خالد علوی، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشرتی نظام**،(لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۹ء، مئی)، ۵۰۲ تا ۵۱۰

[27] تفصیل کے لیے دیکھیے خالد علوی، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشرتی نظام**

[28] تفصیل کے لیے دیکھیے، مسئلہ حجاب، **اسلامی تعلیمات اور یورپی نقطہ نظر**، غازی عبدالرحمن قاسمی، کتاب محل لاہور، باب ۵

[29] سموئیل پی ہنٹنگٹن، **تہذیبوں کا تصادم**، مترجم محمد احسن بٹ، (لاہور: مثال پبلشنگ، ۲۰۰۳ء)، ۳۵۸

[30] سموئیل پی ہنٹنگٹن، **تہذیبوں کا تصادم**، مترجم محمد احسن بٹ، ۳۵۹

[31] تقی امینی، مولانا، **اسلام اور جدید دور کے مسائل**، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن)، ۲۸۰

[32] ابن ھشام، عبدالملک، **السیرۃ النبویہ**، (مصر: مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۷۵ھ)، ۲: ۴۷۸

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.